ACADEMIA International Journal for Social Sciences
Volume 4, Issue 4(b), 2025 ISSN-L (Online): 3006-6638

اردو زبان میں سندھی شعروادب کا سرمایہ
The Literary Wealth of Sindhi Poetry & Literature in the Urdu Language

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ سولنگی
Dr. Ghulam Mustafa Solangi
gm218599@gmail.com
Executive Producer, Pakistan Television Corporation

Corresponding Author: Dr. Ghulam Mustafa Solangi gm218599@gmail.com

Received: 23-10-2025 **Revised:** 06-11-2025 **Accepted:** 22-11-2025 **Published:** 05-12-2025

ABSTRACT :

This article investigates the intellectual, literary, and historical contributions of Sindhi poets and writers to the development and enrichment of Urdu language and literature. It situates the emergence of Urdu in Sindh within a broader historical continuum, beginning with the Arab conquest of Sindh and extending through subsequent Iranian cultural influences. These encounters facilitated a dynamic linguistic and cultural exchange, laying the groundwork for the evolution of Urdu as a literary medium in the region. The study critically examines the role of early Sindhi Sufi poets, particularly Shah Karim, whose Persian poetry reflects a deep metaphysical tradition that later informed both Sindhi and Urdu literary expressions. It further explores the translational and interpretive endeavors of modern Sindhi intellectuals, such as Shaikh Ayaz, whose rendering of Shah Abdul Latif Bhittai's poetry into Urdu represents a significant act of cultural mediation, making Sindhi mystical thought accessible to a wider readership. A key focus of the paper is the impact of indigenous Sindhi poetic forms, especially the Waaee *and* Kaafi, *on the thematic and stylistic dimensions of Urdu poetry. These forms, rooted in Sufi philosophy and oral traditions, have contributed to the evolution of Urdu poetic sensibilities, particularly in terms of simplicity, musicality, and spiritual symbolism. In this context, the Urdu poetry of Sachal Sarmast is analyzed as a vital bridge between Sindhi and Urdu literary traditions, exemplifying linguistic plurality and mystical universality. The research also engages with the scholarly contributions of Dr. Nabi Bux Baloch, whose seminal work on Urdu poetry in Sindh provides a foundational framework for understanding the historical trajectory of Urdu in the region. Additionally, the article highlights the translation of Sindhi short stories into Urdu, which has played a crucial role in cross-cultural literary exchange and the dissemination of Sindhi narratives within the broader Urdu literary canon. Finally, the study evaluates the contributions of contemporary Sindhi writers and poets who have actively participated in Urdu literature, thereby reinforcing the interconnectivity between the two languages. Through a comprehensive and interdisciplinary approach, this article underscores Sindh's pivotal role as a cultural and linguistic bridge, demonstrating how Sindhi literary heritage has significantly enriched Urdu language and literature across historical and modern contexts.*

Keywords: *Urdu, Sindhi, Tareekh Ferozshahi, Kaafi, Waaee, Shah Kareem Bulri Waro, Shah Latif, Sachal Sarmast, Shaikh Ayaz, Saami, Sindhi Afsana, Bait, Sindhi Adab, Dr. Memon Abdul Majeed Sindhi, Dua'ia Poetry, Nazeer Akabarabadi, Agha Saleem, Institute of Sindhalogy, Astakhri, Al-Muqadisi, Al-Mansoora, Arabic, Persian, Hindi, Ghazal, Saeeda Durrani, Mirza Qaleech Baig*

صدیوں پہلے سندھ کا اطلاق جس علاقے پر ہوتا تھا، وہ بہت بڑا اور وسیع علاقہ تھا۔ اس کے مغرب کی سمت میں مکران تک، جنوب میں بحیرہ عرب اور گجرات تک، مشرق میں موجود مالوہ کے وسط اور راجپوتانہ تک اور شمال میں ملتان سے گزر کر جنوبی پنجاب تک وسیع تھا۔ سندھ اتنا قدیم ہے کہ اس کے بارے میں یہ بھی نہیں کہا جاسکتا ہے کہ کب سے ہے اور اس کے نام میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں۔ صرف تاریخ سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ آج سے ہزاروں سال پہلے جب آریہ وسط ایشیا سے نکل کر سندھ

میں آئے تو انہوں نے اس کا نام سندھو رکھا، کیوں کہ وہ اپنی زبان میں دریا کو "سندھو" کہتے تھے۔ شروع میں وہ اس ملک کو"سندھو" کہتے رہے، مگر آہستہ آہستہ وہ اسے "سندھ" کہنے لگے۔ یہ نام اس قدر مقبول ہوا کہ ہزاروں سال گزر جانے پر بھی اس کا نام "سندھ" ہی ہے۔

صدیوں بعد عہد بنی امیہ میں حجاج بن یوسف کے حکم سے عرب سپہ سالار محمد بن قاسم نے 712ء میں سندھ کو فتح کیا تو یہاں جو زبان بولی جاتی تھی، وہ سندھی تھی۔ یہ بات قطعی طور پر نہیں کہی جاسکتی کہ یہ بول چال کی زبان کب بنی، لیکن بارہویں صدی کے عرب سیاح اصطخری اور المقدسی نے لکھا ہے کہ". دیبل، الور اور المنصورہ میں عربی، فارسی اور سندھی زبانیں بولی جاتی تھیں،"(1) ۔ جہاں تک سندھی کے رسم الخط کا سوال ہے تو یہ بھی قطعی طور سے نہیں کہا جاسکتا کہ کب اس نے عربی رسم الخط کو اپنایا، ہاں، البتہ اس کی قدیم ترین صورت شاہ عبدالکریم بلڑی وارو کے اشعار میں ضرور ملتی ہے۔ نامور اسکالر ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کی رائے میں ،"سندھی زبان کا بنیادی دور700ء سے 1300ء تک سمجھنا چاہئے ۔ اس دوران موجودہ سندھی کی تشکیل ہوئی۔" (2) ویسے سندھی زبان باقاعدہ اس وقت مکمل طور پر صورت گیر ہوئی، جب 1843ء میں انگریزوں نے سندھ کو فتح کیا، اس وقت اس کے باون حروف مقرر کئے گئے۔

سندھ میں عربوں کی فتح کے بعد سندھی زبان میں بہت سے عربی الفاظ شامل ہوئے۔ عربوں میں یہ رواج تھا کہ وہ جس ملک میں رہتے، وہاں کی زبان کو عربی حروف میں لکھتے تھے۔ عربوں کے بعد تقریباً دو برس (1186-87ء) تک غزنوی حکومت کا سندھ پر قبضہ رہا، غزنوی افواج میں افغانی، ترکی، بلوچی، ایرانی اور ہندی سپاہی تھے۔ ان سب کے میل جول سے ایک نئی زبان نے جنم لیا۔ قیاس ہے کہ یہ نئی زبان اردو زبان کی ابتدا ئی شکل ہوگی۔ اس کے علاوہ غزنوی دور کے شاعر حکیم سنائی اور مسعود سعد سلیمان کے اشعار میں بھی ہمیں بعض اردو الفاظ ملتے ہیں۔ سلطان محمود غزنوی نے اپنی سلطنت میں جو ہندوؤں کی ریاستیں باقی رکھی تھیں، ان میں جو سلطان نے سکہ جاری کیا تھا، اس سکے پر اردو عبارت تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سندھ میں وقت کے تقاضوں کے مطابق ایک ایسی زبان کی داغ بیل پڑ رہی تھی جسے اس خطے کے رہنے والے اور باہر سے آنے والے سب سمجھیں اور آسانی سے بول سکیں اور اس زبان میں دوسری زبانوں کے الفاظ کثرت سے ہوں تاکہ ہر جگہ کے لوگوں کو اُس کے مزاج اور اس کی خصوصیات کو دیکھ کر اندازہ ہو سکے کہ شاید یہ وہی زبان ہوگی، جس کی ابتدا سلطان محمود غزنوی کے دور میں ہوئی۔

تاریخ فیروز شاہی کے مطابق،" سلطان فیروز محمد شاہ 1351ء میں دریائے سندھ کے کنارے پر تھا تو سلطان محمد تغلق کی وفات ہوئی۔ لہٰذا سلطان فیروز تخت نشین ہوئے۔ 1351ء میں انہوں نے ٹھٹھہ پر فوج کشی کی"(3) ۔ لیکن ٹھٹھہ کے لوگوں نے بھرپور مزاحمت کی۔ یہاں کے سندھیوں نے سلطان فیروز محمد شاہ کے ٹھٹھہ سے ناکام گجرات جانے کے بعد اپنی کامیابی کو سندھ کے مشہور بزرگ حضرت پیر پٹھو کی کرامت قرار دیتے ہوئے کہا تھا:

برکت شیخ پٹھا،
اک مُوا اک نٹھا

اک مُوا سے ان کا اشارہ سلطان محمد تغلق کی طرف تھا، جس نے ٹھٹھہ ہی میں وفات پائی تھی اور اک نٹھا سے ان کا اشارہ سلطان فیروز کی طرف تھا، جو ٹھٹھہ سے ناکام گجرات کی طرف واپس چلا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ نثر میں یہ اردو کا پہلا فقرہ ہے، جو سندھ میں بولا گیا۔ اردو زبان کا پہلا خاکہ بھی سندھ میں تیار ہوا۔ اس زبان نے جہاں دوسری زبانوں کے اثرات قبول کئے، وہاں سندھی کے اثرات بھی نمایاں نظر آئے۔ مثلاً اردو اور سندھی دونوں زبانوں میں ماضی مطلق ایک ہی طریقے سے بنتا ہے۔ جملوں کی ساخت، لہجے، روایات، تلمیحات و اشارات اور سندھی طرزِ فکر کو بھی اردو نے بخوبی اپنا لیا۔

سندھ ہمیشہ سے علم و ادب کا مرکز رہا ہے۔ دوسری زبانوں کی طرح سندھی میں بھی، نثری تصانیف سے پہلے شعری تصانیف وجود میں آئیں۔ یوں تو اس کے ہر دور میں شعراء کی تعداد زیادہ رہی ہے۔ لیکن جنہوں نے شعر و سخن کے ذریعے سندھی زبان کو پروان چڑھانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، ان میں شاہ عبدالکریم بلڑی وارو اور ان کے پوتے شاہ عبداللطیف بھٹائی کا نام سر فہرست ہے۔ شاہ عبدالکریم بلڑی وارو نے عربی اور فارسی کے بیشتر الفاظ استعمال کیے۔ ان کے کلام کو اردو میں بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ان کے کلام میں بلوچی، پنجابی، راجستھانی،سرائیکی، ہندی اور اردو کے اس قدر الفاظ پائے جاتے ہیں کہ کلام کا سمجھنا ہر کسی کیلئے ممکن نہیں۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی کا زمانہ سندھ میں تصوّف کے انتہائی عروج کا زمانہ ہے۔ انہوں نے دوہڑوں اور ابیات میں ایک نئی روح پھونکی، جس طرح نظیر آبادی اردو کا ایک عوامی شاعر ہے۔ اس طرح شاہ عبداللطیف بھٹائی کو اگر سندھ کا عوامی شاعر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ان کا کلام ہیئت کے اعتبار سے اردو شاعری کی قدیم روایتوں سے وابستہ ہے۔ ان کے کلام میں سندھی اور اردو کے مشترک الفاظ نظر آتے ہیں، مثلاً جگت، رات، تیل و فلیل، طعنہ، سہاگ، مستورات، مسیت (مسجد)، راجا، رنگ محل وغیرہ۔ مطلب یہ کہ شاہ لطیف کی شاعری میں 80 فیصد ایسے الفاظ ہیں، جو اردو زبان میں مستعمل ہیں۔ نامور محقق پیر حسام الدین راشدی نے اپنی تصنیف "سندھی ادب" میں شاہ لطیف کے حالاتِ زندگی لکھتے ہوئے ان کے سندھی اشعار کا اردو میں ترجمہ بھی شامل کیا ہے۔ شیخ ایاز نے اردو میں "رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائی" کے نام سے ان کے کلام کا منظوم اردو ترجمہ کیا

جو 1963ء اور پھر 1977ء میں انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی جامعہ سندھ جامشورو نے شائع کیا۔ شاہ لطیف نے اپنے کلام کو مخصوص سُروں کے مطابق ترتیب دیا، جیسے سُر سامونڈی وغیرہ، اس طرح آغا سلیم نے بھی شاہ لطیف کے کلام کو اردو روپ دیا ہے۔ شیخ ایاز نے جو اردو ترجمہ کیا ہے، اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

اے چارہ گر تجھے مرے غم کی خبر کہاں
جو چارۂ فراق ہے وہ چارہ گر کہاں
میرے ہر ایک درد کا درماں ہے وہ حبیب
اس کے بغیر چارہ گری میں اثر کہاں (4)

* * *

کیوں ہو تم رات دن ورق گرداں
وہ سبق یاد کیوں نہیں کرتے
حرفِ آغاز ہے الف جس کا
ورد کے جس کے جی نہیں بھرتے(5)

* * *

حاصلِ فکر و غور کچھ بھی نہیں
تُو ہی تُو ہے بس اور کچھ بھی نہیں(6)

اردو میں شاہ لطیف کے حالاتِ زندگی شیخ محمد اکرام نے "ثقافتِ پاکستان" میں پیش کرتے ہوئے ان کی شاعری کے بھی مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔
شاہ لطیف کی ایجاد کردہ صنف "وائی" کافی ہے، جس کا نام تالپور عہد میں "کافی" ہو گیا۔ کافی وہ عوامی شعر ہے، جس کے بغیر دیہاتی زندگی کا کوئی پہلو مکمل نہیں ہوتا۔ یہ وائی دو مصرعوں کو بڑھا کر مثلث اور مربع مصرعوں میں بھی لکھی جاتی ہے، جسے لوک گیت بھی کہہ سکتے ہیں۔ اردو میں یہ صنفِ سخن سندھی سے ہی آئی، جو خالص مقامی ماحول کی آئینہ دار ہے، بعد میں جب ایرانی تصورات سندھی شاعری پر اثر انداز ہوئے تو اس صنف کی قدر کچھ کم ہوگئی۔

1657ء تا 1783ء سندھی شاعری کا سنہری دور رہا۔ بیت اور مدح اسی دور کی دین ہیں، جنہوں نے بعد میں اردو شاعری میں فروغ پایا۔ سچل سرمست تالپور دور کا ایک مشہور و معروف شاعر ہے، ان کی کافیاں اور غزلیں بیحد منفرد ہیں۔ ان کی شاعری پر ہمہ اوست کا اس قدر اثر ہے کہ ان کو اپنے کلام کا ایک اچھا خاصا حصہ خود ہی ضائع کرنا پڑا، تاکہ لوگ غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ سچل سرمست نے سندھی کے علاوہ اردو اور فارسی میں بھی شعر کہے۔ اردو میں تو ان کا ایک دیوان بھی ہے، جس میں تصوف اور روحانیت کے اشعار شامل ہیں۔ مثلاً:

آخر یہ مطلب پالیا مرشد نے جو ہم سے کہا
بن عشق دلبر کے "سچل" کیا کفر، کیا اسلام ہے (7)

پیر حسام الدین راشدی نے سچل سرمست کے سندھی اشعار کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب "سندھی ادب" میں جن معروف شعراء کے حالاتِ زندگی اور ان کے کلام کا اردو ترجمہ پیش کیا ہے، ان میں شیخ حماد بن رشید الدین جمال، شیخ اسحاق آہنگر، مخدوم احمد بھٹی، راجو درویش، لطف اللہ قادری، شاہ عبدالکریم بلڑی وارو، قاضی قادن وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ ہند و شعراء کے بارے میں اور ان کے اشعار کا ترجمہ بھی اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ مثلاً دیوان دلپت رائے صوفی سیوہانی، بھائی چین رائے سامی شکار پوری وغیرہ۔

شاعری کے علاوہ سندھی زبان میں نثر کی روایت بھی بیحد مضبوط رہی ہے۔ سندھی نثر کے اردو میں تراجم بھی ہوتے رہے ہیں، قدیم نمونے شاہ عبدالکریم بلڑی وارو اور خواجہ محمد زمان لنواری و ارو کے نثری تصنیفات میں ملتے ہیں۔ دورِ جدید میں سندھی نثر کے بانی مرزا قلیچ بیگ (1929ء-1855ء) جن کی سوانح حیات اور کچھ نثری تصنیفات اردو میں ترجمہ ہو کر مقبولِ عام بن چکی ہیں۔ اس کے علاوہ سندھی رنگین اور پُر تکلف نثر کے بانی قاضی ہدایت اللہ مشتاق ہیں ۔ ان دونوں کے حالاتِ زندگی اردو زبان میں لکھے گئے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کو فراموش نہیں کیا جا سکتا، جنہوں نے "سندھی میں اردو شاعری" لکھ کر اردو زبان میں قابلِ قدر اضافہ کیا۔

جہاں تک سندھی افسانوں کا تعلق ہے تو آغا شاہین نے اپنے ایک طویل اردو مقالے میں سندھی افسانوں کا خلاصہ دیتے ہوئے ان پر تبصرہ بھی کیا ہے، مثلاً شیخ ایاز کے افسانے "شرابی" اور "نوراں"، ع۔ق شیخ کا تمثیلی افسانہ "پریشان انسان" ، شیخ عبدالرزاق راز کا "ڈاک بنگلہ" اور "منا بھائی" ، جمال ابڑو کا افسانہ "شاہ کا بچہ"، نذیر یوسف زئی کا افسانہ "معصوم"، ایاز قادری کا افسانہ "میں انسان ہوں" کے علاوہ سندھی افسانہ نگاروں مثلاً رشید بھٹی، شیخ حفیظ، غلام ربانی آگرو، الطاف قادری وغیرہ کے بھی مفصل تبصرے اردو میں پیش کئے، جو کہ اردو ادب میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ یاد رہے کہ مذکورہ بالا سندھی افسانہ نگاروں کے بیشتر افسانے اردو میں ترجمہ ہو چکے ہیں۔

مولانا عبید اللہ سندھی نامور عالمِ دین اور برصغیر کی آزادی کے علمبرداروں میں سے ہیں۔ انہوں نے سندھی زبان کو اپنے افکار و خیالات سے مالامال کیا۔ ان کی سندھی تصانیف کے اردو ترجمے کا زیادہ تر کام نوجوان ادیب ثناء اللہ سومرو نے انجام دیا ہے۔ مثلاً "افکار و ملفوظات مولانا عبیداللہ سندھی" اور "مولانا عبیداللہ سندھی، چند نایاب و نادر تحریریں۔" ان دونوں کتب کی اشاعت سے ،" اردو کے دینی اور فکری ادب میں ایک مثالی اضافہ ہوا ہے"(8) ۔ ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی نے اپنی سندھی کتاب "سندھی ادب جو جائزو" کا اردو میں "سندھی ادب کی تاریخ" کے عنوان سے ترجمہ کیا ہے، جو اردو داں ادبی حلقوں میں سندھی ادب شناسی کے سلسلے میں ایک اہم پیش رفت ہے۔

سندھی زبان میں لوک ادب کی روایت بہت ہی مضبوط رہی ہے۔ لوک ادب کی اہم صنف "لوک کہانی" بھی ہے۔ سندھی زبان میں موجود لوک کہانیوں کی سات جلدیں اردو میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ اس طرح اردو زبان میں سندھ کی عوامی تاریخ اور معاشرتی اقدار کا ایک زبردست ریکارڈ محفوظ ہو گیا ہے۔
جدید سندھی شعر و ادب کے امام اعظم شیخ ایاز نے اپنی شاعری کی شروعات اردو شاعری سے کی۔ ان کا سب سے پہلا مجموعہ کلام "بوئے گل نالہ دل" اردو میں تھا، جبکہ ان کے آخری شعری مجموعہ کا نام "نیل کنٹھ اور نیم کے پتے" تھا۔ شیخ ایاز نے نہ صرف شاہ لطیف بلکہ سچل سرمست اور سامی کے بہت سارے اشعار کا بھی اردو میں ترجمہ کیا۔ اس طرح شیخ ایاز کی کئی نثری اور نظمیہ کتب کا سندھی سے اردو میں ترجمہ کیا گیا۔ شیخ ایاز نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں دعائیہ شاعری لکھی۔ اس سے ان کا صوفیانہ اور روحانی نقطہ نظر واضح ہوتا ہے۔ یہ دعائیں نوجوان عالم پروفیسر ڈاکٹر مختار احمد کا ندھڑو نے اردو میں ترجمہ کر کے اردو زبان کے شعری مزاج کو بڑی وسعت دی ہے۔
شیخ ایاز کی ایک دعا قارئین کے ذوقِ مطالعہ کیلئے :

جہانوں کے پروردگار !
تو رحمت کا بے پایاں سمندر ہے
ہر کسی کی ناؤ پار لگا دے
ہر کسی کا ناخدا بھی بن
پتوار بھی بن، تُو ساحل بھی بن!
جہانوں کے پروردگار !
ہر قوم پر رحم فرما
ہر بچے، بوڑھے اور جوان پر رحمتیں نازل کر
اور گرمیوں کی نیند میں ٹھنڈی ہوا کا جھونکا بن
اس کا پسینہ سکھااور اس کو میٹھی نیند سُلا۔
جہانوں کے پروردگار !
دنیا سے دنگے فساد اور جنگ و جدل مٹا دے
نقارے کی آواز کو طبلے کی تھاپ سے زیادہ بے ضرر بنا۔
تاکہ پیار کی پکار بانسری کی سریلی آواز کی طرح پھیل جائے
قابیل کا سر ندامت سے جھک جائے
اور ہابیل کے آگے معافی کا طلب گار ہو کر
اتنے آنسو بہائے کہ ہابیل کے جسم سے
نکلا ہوا سارا خون دُھل جائے
اور تیرے قالین کی طرح دھرتی صاف ستھری نظر آئے
جہانوں کے پروردگار !
دھرتی سے خوف و ہراس مٹا
خون کے دھبے مٹا
اور خنجر میان میں اس طرح لوٹا کہ وہ
دوبارہ نہ نکلیں اور ان کی آب و تاب ماند پڑ جائے (9)

سندھی افسانہ سندھ کی ادبی روایت کا ایک اہم جزو ہے، جو زندگی کے حقیقی، سماجی اور جذباتی پہلوؤں کو فنکارانہ انداز میں پیش کرتا ہے۔ سندھی کے سینکڑوں افسانے اردو میں ترجمہ ہو چکے ہیں۔ اس ضمن میں سب سے اہم کام سعیدہ درانی کا ہے، جس نے سندھی زبان کے نامور افسانہ نگاروں کے افسانے "منتخب سندھی افسانے" اردو میں ترجمہ کر کے اکادمی ادبیات پاکستان سے شائع کروایا۔ اس کے بعد شاہد حنائی کی "منتخب سندھی کہانیاں" جیسی کاوش اردو داں طبقے کیلئے ایک بیش بہا تحفہ ہے۔ سندھی صوفیانہ کلام کے جو اردو تراجم شائع ہوئے، ان میں فقیرذلف علی کا نام بیحد اہمیت کا حامل ہے۔ ان کا اردو ترجمہ صوفی نظام الدین سمیجو نے کیا ہے۔ اس کتاب میں عشق حقیقی اور محبت کو اتنے زور و شور سے بھر دیا گیا ہے کہ دل لرز جاتا ہے اور وجدان اور سرور سے بھر جاتا ہے۔ نامور سندھی شاعرہ عطیہ داؤد نے سندھی میں اپنی سوانح حیات "آئینےاگیاں" لکھی تھی، جو انہوں نے خود ہی اردو میں "آئینے کے سامنے" کے عنوان سے ترجمہ کی، جو کہ اردو زبان کے

سوانحی ادب میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ انہوں نے اپنی زیادہ تر سندھی شاعری کو اردو کا روپ بھی دیا ہے۔

اردو ادب نے جہاں سندھی ادب سے استفادہ کیا ہے ، وہاں اس نے اپنے ادب کے زخیرے کو سندھی میں بھی منتقل کیا ہے ۔ سندھی زبان اس وقت تک ان زبانوں میں سرفہرست ہے ، جس نے اردو زبان کے شعروادب کے ایک بہت بڑے خزانے کوسندھی صورت دی ہے ۔ یہ عمل دونوں بڑی زبانوں کی ترقی و ترویج کے سلسلے میں ایک نیک فال ہے۔

اختتامیہ

اس تحقیقی مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ سندھ کی سرزمین نہ صرف تہذیبی اور تاریخی اعتبار سے اہم رہی ہے بلکہ لسانی و ادبی سطح پر بھی اس نے برصغیر کی بڑی زبانوں، بالخصوص اردو کی تشکیل و ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ عربوں کی آمد سے لے کر ایرانی اثرات تک، سندھ ایک ایسا خطہ رہا جہاں مختلف زبانیں، تہذیبیں اور فکری روایات باہم مدغم ہوئیں اور اسی اختلاط نے اردو زبان کے ابتدائی خدوخال کو جلا بخشی۔

شاہ کریم کی فارسی شاعری ہو یا شاہ عبداللطیف بھٹائی کا صوفیانہ کلام، ان سب نے ایک ایسے فکری و روحانی ماحول کو جنم دیا، جس نے بعد ازاں اردو ادب کو بھی متاثر کیا۔ شیخ ایاز کی جانب سے شاہ لطیف کے کلام کا اردو ترجمہ اس بین اللسانی ربط کی ایک روشن مثال ہے، جس نے نہ صرف سندھ کی صوفی روایت کو اردو قارئین تک پہنچایا ، بلکہ دونوں زبانوں کے مابین ادبی مکالمے کو بھی فروغ دیا۔

مزید برآں، سندھی شاعری کی اصناف، خصوصاً "وائی" اور "کافی" نے اردو شاعری کی ہیئت، اسلوب اور موضوعاتی جہتوں پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ان اصناف کی سادگی، موسیقیت اور روحانیت نے اردو شاعری میں ایک نئی لطافت اور معنویت پیدا کی۔ سچل سرمست کی اردو شاعری اس بات کا بین ثبوت ہے کہ سندھ کے صوفی شعرا ء نے زبان کی حدود سے ماورا ہو کر ایک آفاقی پیغام پیش کیا۔

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی تحقیق نے سندھ میں اردو شاعری کی روایت کو منظم انداز میں پیش کر کے اس میدان میں ایک مضبوط علمی بنیاد فراہم کی ہے۔ اسی طرح سندھی افسانوں کے اردو تراجم نے نہ صرف ادبی ذخیرے میں اضافہ کیا ، بلکہ مختلف ثقافتی تجربات کو اردو ادب کا حصہ بنایا۔

جدید دور میں بھی سندھی ادیبوں اور شعرا ء کی اردو ادب میں خدمات اس روایت کے تسلسل کی مظہر ہیں۔ یہ ادیب نہ صرف اپنی مادری زبان میں تخلیق کرتے ہیں بلکہ اردو کے ذریعے بھی اپنے خیالات کو وسعت دیتے ہیں۔

یوں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سندھ اردو زبان و ادب کے لیے ایک زرخیز زمین ثابت ہوا ہے، جہاں سے فکری، روحانی اور ادبی سرمائے کی ایک بھرپور روایت جنم لیتی رہی ہے، اور آج بھی یہ سلسلہ پوری آب و تاب کے ساتھ جاری ہے۔

حوالہ جات :

1. میمن ، عبدالمجید، ڈاکٹر، " سندھ سیاحن جی نظر میں" ، روشنی پبلیکیشن، کنڈیارو، 2001 ء ، ص-42
2. بلوچ، نبی بخش، ڈاکٹر (انٹرویو) ،"اج جو مہمان" ، پی ٹی وی ہوم کراچی، 20 مئی 1998ء
3. برنی، ضیاء الدین،" تاریخ فیروزشاہی" ، سنگِ میل پبلیکیشنز، لاہور، 2006ء، ص-317
4. ایاز ، شیخ،" رسالہ شاہ عباللطیف بھٹائی"، (منظوم اردو ترجمہ) سندھیکا اکیڈمی، کراچی۔ 2005ء، ص-122
5. ایضاً ، ص-135
6. ایضاً ، ص-136
7. بخت ، شعبان ،" سچل سرمست کا اردو کلام" (مقالہ) ، ماہنامہ اظہار، محکمہِ اطلاعات، حکومت سندھ کراچی، مئی 1981ء، ص-11
8. میمن، نور احمد،(انٹرویو) ، "ادب سنسار" پی ٹی وی کراچی ،13 نومبر2022ء
9. کاندھڑو، مختار احمد، ڈاکٹر،" صدائے ایاز "(ترجمہ) ، مہران اکیڈمی ، شکارپور، 2024ء، ص-30